ہماری تباہی

اور اس کا حل

یعنی مسلمان کیا کریں؟

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ

محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

ناشر:

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ۔ باغبانپورہ ۔ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 6551774 - 042-6861584

لاہور آفس: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم، لاہور

پوسٹ بکس نمبر: 2074 پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 6373310 - فیکس: 042-6370371

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

القول العزیز

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور

قبر میں میّت اُترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہماری تباہی اور اس کا حل

یعنی

مسلمان کیا کریں؟

محی السنہ حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ناشر

انجمن احیاء السنہ رجسٹرڈ

نصیر آباد ــــ باغبانپورہ ــــ لاہور

نام وعظ ——————— ہماری تباہی اور اس کا حل

مرتب ——————— محمد افضال الرحمٰن

واعظ ——————— محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اشاعتِ ہفتم ——— جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۴ء

ناشر ——————— انجمن احیاء السنہ رجسٹرڈ

ملنے کے پتے
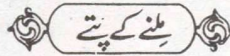
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائداعظم۔ لاہور - پوسٹ بکس نمبر :54000

پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون :042-6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ۰ باغبانپورہ ۰ لاہور پوسٹ کوڈ : 54920

فون :042-6861584 - 6551774

نگران اشاعت ڈاکٹر عبدالمقیم خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور فون :042-6861584 - 042-6551774

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

عرضِ مرتب

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً ۔ اَمّا بَعد

مخدوم گرامی محی السنتہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ ہجری کو بعد نماز مغرب اپنی نشست گاہ پر مدرسہ کے اہل علم کی ایک خصوصی نشست میں بحالات موجودہ "مسلمان کیا کریں ؟" کے عنوان پر بیان فرمایا ۔ ظاہر ہے کہ اگر موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو باآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت پوری ملتِ اسلامیہ چاروں طرف نرغے میں گھری ہوئی ہے ۔ اور اس کو ایسے خوف ناک وتباہ کن حالات کا سامنا ہے کہ جس سے ہر شخص متاثر ہے اور پریشان ہے کہ ایسے نازک موقع پر کیا کرنا چاہیے ؟ یہ ایسا سوال ہے کہ جس کے جواب کا انتظار ہے، لیکن اس کا صحیح جواب کہاں ملے گا ؟ وہ صرف قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ملے گا ۔ جو کہ ہر مسلمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے حق وناحق کے پرکھنے کے لیے کسوٹی بنایا ہے ۔ چناں چہ اسی کی روشنی میں حضرت والا مدظلہ، نے اُمتِ مسلمہ کی تباہی کے اسباب اور اس کے تیر بہدف علاج کو بڑے دل نشین انداز میں واضح فرمایا ہے ۔ ہم اس کو مرتب کر کے حضرت والا مدظلہٗ کی نظرِ ثانی واجازت سے پیش کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور اُمّت مسلمہ کے لیے اس کو چشم کشا بنائیں ۔ آمین والسلام

محمد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی ۔ ۲۲ جمادی الاخری سنہ ۱۴۱۱ھ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ
لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ
سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ ۳۰)

قسم ہے زمانہ کی کہ انسان (بوجہ تضییع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو
لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق
پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال) کی فہمائش
کرتے رہے۔

اُدھر مختلف نوع کے حالات و واقعات پیش آرہے ہیں جس کی اطلاع اخبارات وغیرہ سے مل رہی ہے اب ظاہر ہے کہ جب اس قسم کے حالات رونما ہوتے ہیں تو انسان پھر غور و فکر کرتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟ اور کیا تدبیر اختیار کرنا چاہیے؟ چناں چہ اس موقع پر بھی لوگ پوچھتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

چھوٹوں کی کامیابی کا بُنیادی اُصُول

چناں چہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر اس وقت قرآنِ پاک کی ایک سورت تلاوت کی گئی ہے اس کی تشریح و توضیح سے پہلے بُنیادی طور پر ایک اُصول سمجھنا چاہیے کہ جس سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہو جائے گا۔ ساتھ ہی موجودہ حالات کے جو اسباب ہیں اور ان کے تدارک کا جو طریقہ ہے وہ بھی معلوم ہو جائے گا وہ اصول یہ ہے کہ دو قسم کے لوگ ہیں دُنیا میں چھوٹے اور بڑے اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ چھوٹے کے ساتھ جب تک بڑے کی نصرت و مدد نہ ہو وہ کچھ نہیں کر سکتا اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ چھوٹا اپنے بڑے سے کچھ لینا چاہتا ہے تو وہ اس کو راضی کر کے ہی لے سکتا ہے ناراض کر کے نہیں لے سکتا چھوٹا اگر کامیابی و ترقی چاہتا ہے، راحت و آرام کی زندگی بسر کرنا چاہے تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے، وہ یہ کہ اپنے بڑے کو خوش رکھنا اور اس کو راضی کرنا پھر یہ کہ جیسی اطاعت کرے گا اور جتنا اس کا کہنا مانے گا اسی کے لحاظ سے معاملہ بھی ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جو چھوٹا اپنے بڑے کی اطاعت کرتا ہے پوری اطاعت کرتا ہے تو وہ پورا نفع اٹھائے گا اپنے بڑے سے بعض بیٹے اطاعت و فرمانبرداری سو فیصد کرتے ہیں ان کے ساتھ والدین کا کیا معاملہ ہوتا ہے بعض اسّی فیصد کرتے ہیں، بعضے

پچاس فیصد کرتے ہیں تو اسی اعتبار سے والدین کی طرف سے بھی ان کے ساتھ معاملہ
میں فرق ہوتا ہے کہ نہیں کسی کے یہاں کارخانہ ہے اس میں کام کرنے والے ملازمین
ہیں، اس میں ایک شخص ہے جو قاعدے سے کام کرتا ہے تو ایک تو ہمیں اطمینان ہوتا
ہے دوسرے یہ کہ ہم کچھ نہ کچھ سالانہ ترقی دیتے ہیں انعام دیتے ہیں اور عہدہ بھی بڑھا دیتے
ہیں اس کے برخلاف کسی کا بڑا ہو اور وہ اس کو خوش نہیں رکھتا ناراض کر دیتا ہے تو پھر
جو آرام و نفع اس کو بڑے سے پہنچنا چاہیے وہ نہیں ملے گا۔ جیسے کوئی ماتحت ہے
وہ اپنے افسر اور حاکم کو ناراض کر دے تو کیا نتیجہ ہوگا اس کی ملازمت کا باقی رہنا بھی
مشکل ہو جائے گا اور سارا چین و سکون ختم ہو جائے گا تو حاصل یہ ہوا کہ چھوٹے کو بڑے
کی توجہ و شفقت اور اس کی نصرت کی ضرورت ہے اس کے بعد ہی وہ راحت و آرام
کے ساتھ رہ سکتا ہے اور یہ جب ہی ہوگا کہ جب وہ بڑے کی ہدایت کے موافق معاملہ
کرے اور اس کا کہنا مانے پھر یہ کہ جو لوگ بڑے ہیں ان میں بھی مختلف درجات ہیں
کوئی کسی درجہ کا ہے کوئی کسی درجہ کا ہے تو جو جس درجہ کا بڑا ہے اسی لحاظ سے اس کے
ساتھ معاملہ کرنے پر اس کی رضا و خوشی حاصل ہوگی اور اس سے جو نفع ملنا چاہیے وہ ملیگا

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس کو راضی کیا جائے

جب کامیابی اور ترقی کا یہ اصول معلوم ہو گیا تو اسی کے موافق ہم کو بھی اپنے معاملات اور حالات کو
دیکھنا چاہیے کہ جب مسلمان نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو بڑا مانا ہے اور صرف بڑا ہی نہیں مانا
ہے بلکہ اس کی بڑائی اور کبریائی پر ایمان بھی ہے ایمان کہتے ہیں کہ حقائق کو ماننا جو چیز
عالم میں جیسی ہے ویسی جاننا اور ماننا۔ تو اللہ کو بڑا ماننے کا مطلب یہ ہے کہ واقع اور حقیقت

میں اللہ تعالیٰ بڑے ہیں سب سے بڑے ہیں ساری بڑائی اسی کے لیے ہے، ہمارا ایمان ہے "اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے اور دلائل سے بھی بڑا ہے، دنیا میں جو بڑے ہیں ان کے بڑے ہونے کی نوعیت اور ہے حق تعالیٰ کے لیے جو بڑائی ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ہمارا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ عابد و معبود کا ہے، خالق و مخلوق کا ہے، غلام و مالک کا ہے، تو جب ترقی کے لیئے کامیابی کے لیے بڑے کی مدد کی ضرورت ہے جس کا طریقہ ہے کہ اس کو راضی کیا جائے تو یہاں بھی اسی اصول کے موافق اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کو خوش کرنا اور اپنے آپ کو اس کی مدد و نصرت کا مستحق بنانا ضروری ہے۔

فلاح کے زرّیں اصول

جس کی صورت یہ ہے کہ اس کی ہدایات ہیں کہ یہ یہ کام کرو اور یہ یہ کام نہ کرو جو کرنے کی چیزیں ہیں ان کو مامورات کہتے ہیں اور جو نہ کرنے کی چیزیں ہیں ان کو منہیات کہتے ہیں اس کے مطابق پورے طور پر عمل کیا جائے کیونکہ بغیر اس کے نہ ہم کو کامیابی مل سکتی ہے اور نہ فلاح حاصل ہو سکتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ایک موقعہ پر ان دونوں چیزوں پر پورے طور پر عمل کرنے والوں کے متعلق پوری صراحت کے ساتھ فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ

هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ۝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ۝

ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ طلب گار ہوں ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (پ ۱۸، ع ۱)

اس میں گناہ کا بھی ذکر ہے اور طاعت کا بھی ذکر ہے گناہوں سے بچنا ضروری ہے اور طاعت پر عمل کرنا ضروری ہے جب جاکر فلاح و کامیابی ملتی ہے سو فیصد دونوں کو مانے اور جو شخص دونوں کو مانتا ہے وہ مطیع اور فرمانبردار ہے اس کو مالی وجاہی ترقیات ملتی ہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کا مقام اور اس کی ذمّہ داری

پھر اُمّتِ مسلمہ کی ذمہ داری اسی پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جس طرح رعایا کی دو قسمیں ہیں ایک عام رعایا ایک خاص رعایا جو پولیس اور فوج ہے دونوں کے کام الگ الگ ہیں، عام رعایا کا کام تو صرف اتنا ہے کہ ملک کے جو قوانین ہیں اور جو اصول ہیں اس کے موافق معاملہ کرے بے اصولی نہ کرے لیکن جو خاص رعایا ہیں یعنی پولیس میں ہے تو وہ بھی رعایا لیکن کچھ ان کی خصوصیات ہیں اسی لحاظ سے ان کی ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور کام بھی دوگنا ہے کہ خود بھی اصول کے موافق رہیں اور بے اصولی سے بچیں اسی کے ساتھ دوسروں کو بھی قانون بتلائیں اور جو قانون کی خلاف ورزی

کرنے والا ہے اس کی اصلاح و درستگی کی فکر و کوشش کریں اسی طرح مومن کا بھی معاملہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رعایا ہے اس کے بھی چار کام ہیں، ماموارت کو بجالانا، منہیات سے بچنا، دوسروں کو بھی ماموارت کی دعوت دینا، اور منہیات سے روک ٹوک کرنا چنانچہ سورۃ والعصر میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے اسی کو قرآن پاک میں امر بالمعروف اور نہی المنکر کہا گیا ہے۔ نیکیوں اور اچھائیوں کو پھیلانا اور اس کی اشاعت کرنا اور منکرات اور برائیوں سے روک ٹوک کرنا اور منع کرنا۔ یہ اُمتِ مسلمہ کا خاص منصب اور اس کی ذمہ داری ہے ارشاد ربانی ہے۔

كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَو اٰمَنَ اَهلُ الكِتَابِ لَكَانَ خَيرًا لَّهُم مِنهُمُ المُؤمِنُونَ وَاَكثَرُهُمُ الفٰسِقُونَ ۝

تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے زیادہ اچھا ہوتا ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔ (پ ۴ ع ۳)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلتَكُن مِنكُم اُمَّةٌ يَّدعُونَ اِلَى الخَيرِ وَيَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ المُفلِحُونَ ۔ (پ۴ ع ۲)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے

ان آیات کی تشریح میں ارشادِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

مَنْ رَاٰیْ مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانَ۔

تم میں سے جو شخص کسی خلاف امر کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس چیز کو ہاتھوں سے بدل ڈالے اور اگر وہ ہاتھوں کے ذریعہ اس امر کو انجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو زبان کے ذریعہ اس امر کو انجام دے اور اگر زبان کے ذریعہ اس امر کو انجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر دل کے ذریعہ اس امر کو انجام دے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے ۔ (مسلم ۱/۵۰)

فرضِ منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کا انجام

جیسے کسی جگہ پر فساد ہو رہا ہو بے قصور لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہو مال و اسباب کو لوٹا جا رہا ہو غرضیکہ قانون کی خلاف ورزی کھلے طور پر کی جا رہی ہو اور جرم کا ارتکاب کیا جا رہا ہو، ایسے موقع پر پولیس کے لوگ خاموش تماشائی کی طرح کھڑے ہوں اور اس کی روک تھام نہیں کرتے تو ان کا یہ عمل جرم ہے یا نہیں اس پر ان کو سزا یا باز پرس ہوگی یا نہیں ظاہر ہے کہ یہ جرم ہے اس پر ان کی گرفت ہوگی اسی طرح جب منکرات کھلے طور پر ہو رہے ہوں اور گناہ کھلم کھلا ہو رہے ہوں تو ایسے موقع پر اُمتِ مسلمہ جسکی ڈیوٹی کا معاملہ پولیس والوں کی طرح ہے اس کے روکنے کے لیے انفرادی اور جماعتی حیثیت سے کوشش نہ کرے جہاں قدرت حاصل ہے وہاں اصلاح کی فکر نہ کرے اور برائیوں کے مٹانے کا اہتمام نہ کرے تو یہ اس کا جُرم ہے اس پر اس کا مواخذہ ہو چنانچہ احادیث میں اس کوتاہی پر فرمایا گیا ۔

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْہُ فَتَدْعُوْنَہٗ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔ (ترمذی شریف ۳۹/۲)

اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم یقیناً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دوگے یا عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کریگا پھر تم اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کروگے تو تمہاری دُعا قبول نہیں کی جائے گی۔

دوسری حدیث میں فرمایا گیا۔

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْکَرَ فَلَا یُغَیِّرُوْنَہٗ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔ (ابن ماجہ ۲۹۸)

جب لوگ کسی خلاف شرع امر کو دیکھیں اور اسکی اصلاح وسرکوبی کے لیے کوشش نہ کریں اور لوگوں کو اس سے باز نہ رکھیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔

ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے

جب مومن کے چار کام ہو گئے ایک تو ماموارت کا بجالانا، دوسرے منہیات سے بچنا، تیسرے اچھائیوں کو پھیلانا، چوتھے بُرائیوں سے روکنا تو ظاہر ہے کہ انہیں چاروں کام کو سو فیصد کرنے ہی پر اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے اور اس کی فلاح وکامیابی انہی پر موقوف ہے، تو اب دیکھنا یہ چاہیے کہ ان میں سے کن کن کاموں کو کیا جا رہا ہے اور کون کون سے کام ایسے ہیں جو ہم سے چھوٹ رہے ہیں۔ ہر شخص خود اپنا محاسبہ کرے اور اپنے روزمرہ کے اعمال کا جائزہ لے کہ اپنی

ذمہ داریوں میں سے کس کو کس کو بجا لا رہا ہے اور کس کس کے سلسلہ میں کوتاہی رہی ہے

احکام کی تعمیل میں کوتاہی ہو رہی ہے

سب سے پہلی چیز ہے مامورات کا بجا لانا،

اس کے پانچ شعبے ہیں، عقائد، معاملات، عبادات، معاشرت اور اخلاق ان شعبوں میں بعض ایسے ہیں کہ ان کو دین ہی نہیں سمجھتے، بالخصوص معاملات یعنی خریدنا، بیچنا، کرایہ پر لینا دینا، رہن رکھنا، تجارت میں شرکت کرنا اور معاشرت یعنی کھانا پینا، ملنا جلنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، لباس، ختنہ، عقیقہ شادی وغمی وغیرہ اس کی طرف بہت زیادہ غفلت ہو رہی ہے، معاملات کی صفائی کا بالکل اہتمام نہیں ہے، معاشرت بگڑتی جا رہی ہے غیر اسلامی معاشرت کو اختیار کیا جا رہا ہے اسی طرح اخلاق کی اصلاح و درستگی کی بھی فکر میں بہت کمی ہے، جسمانی اعتبار سے ذرا سی تکلیف ہو یا بیماری ہو جائے اس کے علاج اور دوا کی فوراً فکر ہوتی ہے، لیکن اخلاق گندے ہیں، مثلاً غصہ، حسد، بخل، نام آوری، عجب و کبر میں مبتلا ہیں۔ ان کے علاج کی فکر نہیں ہوتی کتنی غفلت ہوتی جا رہی ہے، اب رہ گیا عبادات کا معاملہ اس میں واجبات و سنن کے اہتمام میں بھی کمی ہے ہم نماز تو پڑھتے ہیں مگر ناقص (تھرڈ ڈویژن) ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ہر چیز بڑھیا ہو، نان بھی بڑھیا ہو اور پان بھی بڑھیا ہو، دُکان و مکان بھی بڑھیا ہو مگر ہماری اذان واقامت اور تلاوتِ قرآن و نماز کیسی ہو؟ گھٹیا ہو، وہ بڑھیا نہ ہو، کیا حال ہو رہا ہے؟ یہ تو حال ہے مامورات کے سلسلہ میں۔

گناہوں کے معاملہ میں زیادہ غفلت ہے

اب رہا منکرات یعنی گناہوں کا معاملہ تو اس

میں حد سے زیادہ غفلت ہے۔ بہت سے گناہوں کو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اُن کے جو نقصانات دُنیا میں ہوتے ہیں ان سے بھی واقف نہیں، یہی وجہ ہے کہ اکثر نماز و روزے کے پابند لوگ حتیٰ کہ حاجی حضرات بھی ان سے نہیں بچتے اس لیے لیے بڑے بڑے گناہ بتلائے جاتے ہیں:

۱۔ حقارت سے کسی پر ہنسنا ۲۔ ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا ۳۔ غیبت کرنا ۴ بدگمانی کرنا ۵۔ تہمت لگانا ۶۔ دھوکہ دینا ۷۔ بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا ۸۔ ڈاڑھی منڈوانا یا کٹانا ۹۔ رشوت لینا ۱۰ جھوٹ بولنا یہ چند گناہ ہیں جن کو ذکر کیا گیا ہے۔

اس کی تفصیل حیوٰۃ المسلمین میں دیکھیے ؎

؎ بڑے بڑے گناہ پچاس ہیں جن میں سے دس کو ذکر کیا گیا باقی یہ ہیں، ۱۱۔ کسی پر طعن کرنا، ۱۲۔ کسی کو بُرے لقب سے پکارنا، ۱۳۔ کسی کا عیب تلاش کرنا، ۱۴۔ کسی کو بلاوجہ بُرا بھلا کہنا، ۱۵۔ چغلی کرنا، ۱۶۔ عار دلانا، ۱۷۔ کسی کے نقصان پر خوش ہونا، ۱۸۔ تکبر کرنا، ۱۹۔ فخر کرنا، ۲۰۔ عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا ۲۱۔ کسی کے مال کا نقصان کرنا، ۲۲۔ کسی کی آبرو کو صدمہ پہنچانا، ۲۳۔ چھوٹوں پر رحم نہ کرنا، ۲۴۔ بڑوں کی عزت نہ کرنا، ۲۵۔ کسی دنیوی رنج سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا، ۲۶۔ جاندار کی تصویر بنانا، ۲۷۔ کسی کی زمین پر موروثی کا جھوٹا دعویٰ کرنا، ۲۸۔ ہٹلے کٹے کا بھیک مانگنا، ۲۹۔ کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا، ۳۰۔ بدکاری کرنا، ۳۱۔ چوری کرنا، ۳۲۔ ڈکیتی ڈالنا، ۳۳۔ جھوٹی گواہی دینا، ۳۴۔ یتیم کا مال کھانا، ۳۵۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ۳۶۔ بے خطا جان کا قتل کرنا، ۳۷۔ جھوٹی قسم کھانا، ۳۸۔ رشوت دینا، ۳۹۔ رشوت کے معاملہ میں پڑنا، ۴۰۔ شراب پینا ۴۱۔ جوا کھیلنا، ۴۲۔ ظلم کرنا، ۴۳۔ کسی کی کوئی چیز بغیر اس کے اجازت کے لے لینا، ۴۴۔ سود دینا، ۴۵۔ سود لینا، ۴۶۔ سود پر گواہ بننا، ۴۷۔ امانت میں خیانت کرنا، ۴۸۔ وعدہ خلافی کرنا، ۴۹۔ سود لکھنا، ۵۰۔ مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا (حیوٰۃ المسلمین ص ۱۷۸)

گناہوں کے نقصانات

بڑے بڑے گناہوں میں ایک ایک گناہ اُوپر سے نیچے گرانے کے لیے کافی ہے یعنی جنّت سے جہنم میں لے جانے کے لیے، ایک ایک گناہ یہ انسان کے تباہ کرنے کے لیے کافی ہے، ایک شخص اگر نوافل و مستحبات کا اہتمام کرتا ہے لیکن معصیت سے نہیں بچتا تو طاعت کے فوائد ضائع ہو جاتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی خوب مقوی غذائیں کھاتا ہے طاقت کی دوائیں اور معجون وغیرہ استعمال کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ مہینہ میں ایک بار جمال گوٹے کی چند گولیاں بھی کھائے تو کیا ہوگا کہ جتنی قوت و طاقت آئی تھی وہ سب اس کی ایک ہی خوراک استعمال کرنے سے ختم ہو جائے گی یہی معاملہ ہے گناہ کا کہ طاعت اور نیکیوں سے جو نور جمع ہوا تھا اور جو طاقت پیدا ہوئی تھی وہ گناہ سے ختم ہو جاتی ہے بعض گناہ سنکھیا کی طرح ہیں جس کا ضرر فوری ہوتا ہے، گناہ یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر آخرت میں تو مواخذہ ہوگا ہی دُنیا میں بھی اس کے نقصانات ہوتے ہیں ان میں چند یہ ہیں۔

۱ انسان علمِ دین سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ۲ رزق کم کر دیا جاتا ہے۔ ۳ گنہگار کو خدا تعالیٰ سے ایک وحشت رہتی ہے۔ ۴ دل و جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ۵ زندگی گھٹتی ہے۔ ۶ ہر گناہ دُشمنانِ خدا میں سے کسی نہ کسی کی میراث ہے تو گویا یہ شخص ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے۔ ۷ گنہگار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے قدر اور ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ ۸ گناہ کرنے سے نعمتیں چھن جاتی ہیں اور بلاؤں و مصیبتوں کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ ۹ گناہ کرنے سے عزت

ے ایک دوا ہے جس کے استعمال کرنے سے بار بار لوٹا لے کر جانا پڑتا ہے یعنی اسہال کا مرض ظاہر ہو جاتا ہے۔

وشرافت کے القاب چھین کر ذلت ورسوائی کے خطاب ملتے ہیں۔

یہ چند نقصانات ہیں جو گناہ کرنے سے دُنیا میں ہوتے ہیں اس کی تفصیل جزاء الاعمال[1] میں دیکھیے جو کہ بڑی نافع کتاب ہے اسکو ہر ایک کو پڑھنے کی ضرورت ہے

مُعاشرہ میں ظلم کا گناہ ہو رہا ہے

بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ظلم بھی ہے

---

[1] دنیا میں گناہ کے جو نقصانات ہیں وہ ستائیس قسم کے ہیں اور ان میں چند کو ذکر کیا گیا ہے باقی یہ ہیں ۱۰ آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے خصوصًا نیک لوگوں سے ۱۱ گنہگار کو اکثر کارروائیوں میں دشواری پیش آتی ہے ۱۲ دل میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے اس کی نحوست سے وہ بدعت وضلالت وجہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے ۱۳ انسان طاعت سے محروم ہو جاتا ہے ۱۴ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے ۱۵ گناہ کرنے سے ارادہ توبہ کا کمزور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اسی حالت میں موت آجاتی ہے ۱۶ اس گناہ کی برائی دل سے نکل جاتی ہے پھر شرم وحیا بھی جاتی رہتی ہے ۱۷ گناہ کی نحوست جیسے گنہگار کو پہنچتی ہے اسی طرح اس کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے حتیٰ کہ جانور تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ۱۸ گنہگار کی عقل میں فتور اور کمی آجاتی ہے ۱۹ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے ۲۰ گنہگار آدمی فرشتوں کی دُعا سے محروم ہو جاتا ہے ۲۱ زمین میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، مثلًا پانی ہوا غلّہ پھل وغیرہ کم ہو جاتا ہے ۲۲ گناہ کرنے سے شرم وحیا جاتی رہتی ہے ۲۳ گنہگار کے دل سے اللہ تعالیٰ کی عظمت نکل جاتی ہے ۲۴، گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں ۲۵، گناہ کرنے سے دل کا اطمینان جاتا رہتا ہے ۲۶، گناہ کرتے کرتے وہی گناہ دل میں بس جاتا ہے یہاں تک کہ مرتے وقت کلمہ تک مُنہ سے نہیں نکلتا ۲۷، گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی ہو جاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے۔ جزاء الاعمال صہ ۲۶۴

حیوٰۃ المسلمین جزاء الاعمال اور ایک منٹ کا مدرسہ میں گناہ اور اس کے نقصانات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بھائیوں اور بہنوں پر ظلم کرتے ہیں چھوٹوں اور کمزوروں پہ ظلم کرتے ہیں ترکہ دبا لیتے ہیں، قرض مار لیتے، امانت میں خیانت کرتے ہیں، بیٹیوں اور بہنوں کو شرعی حصّہ نہیں دیتے، یہ بھی ظلم ہے، نیز ہماری بڑی غلطی یہ بھی ہے کہ جو ہمارے ساتھ ظلم کرتا ہے تو ہم بدلہ لینے میں ظلم کرنے لگتے ہیں حالاں کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے اور ظلم کرے تو ایسے موقع پر جو حکم ہے اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ صبر کرو اور معاف کردو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کا اہتمام کرو، مظلوم کے ساتھ ہمیشہ اللہ کی نُصرت ومدد ہوتی ہے صحابہ کرام پر کتنا ظلم ہُوا اور ان کو کتنا ستایا گیا اور پریشان کیا گیا؟ مگر پھر انجام کیا ہوا؟ وہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ کی غیبی مدد ونصرت ہُوئی اور پھر ان پر کیسے فتوحات کے دروازے کھلے پھر یہ کہ جہاں یہ حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اگر زیادتی کرنے اور ستانے کا بدلہ لینا چاہو تو اس کی بھی اجازت ہے مگر حد سے تجاوز نہ ہو اگر انتقام لے تو حدود کی رعایت رکھے یہ نہ کرے کہ کسی نے ہم کو گالی دی تو ہم اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگیں، یا کسی نے ہم کو تماچہ مارا تو، ہم گھونسہ یا لات سے اس کو مارنے لگیں کسی نے ہمارے بھائی کو مارا تو ہم اس کے بھائی کو مارنے لگیں کسی نے کسی کو قتل کیا تو ہم دوسری جگہ کسی کو قتل کرنے لگیں، تو یہ سب ظلم ہے اس میں ہماری بڑی غلطی ہے، بدلہ لینے کی اجازت تو ہے لیکن اس کے حدود ہیں کہ اگر کوئی زیادتی کرتا ہے اور ستاتا ہے تو اتنا ہی بدلہ تم بھی اس سے لے سکتے ہو اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

چناں چہ ارشاد فرمایا گیا۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ پ۲ ع۸

سو تم پر جو زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور موقع پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجَزٰؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ - ۝ (پ ۲۵، ع ۵)

اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے ویسی ہی پھر جو شخص معاف کرے اور صلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتے اور اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دُنیا میں سرکشی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب (مقرر) ہے۔

لیکن ہم کرتے ہیں کیا کہ ایک شہر میں کسی نے ظلم کیا زیادتی کی تو ہم دوسرے شہر میں اس کا بدلہ لیتے ہیں جن لوگوں نے قصور نہیں کیا ہے ہم ان کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کر کے ظلم کرتے ہیں تو یہ قانون کی خلاف ورزی ہے اس پر یہ کہ ہم اس کو اچھا بھی سمجھتے ہیں اور اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بہت ہی بڑی غلطی ہے بلکہ بغاوت ہے ہم اس طرح کی حرکت کر کے ظالم بن جاتے ہیں اور اس کو اچھا سمجھنے

پر باغی بھی ہو جاتے ہیں ظاہر ہے کہ ظلم کا انجام اچھا نہیں ہوتا اس کی سزا ملتی ہے، چناں چہ قرآن پاک میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے کہ فرعون ان پر قسم قسم کے مظالم کیا کرتا تھا مختلف نوع سے ان کو ستایا کرتا تھا جس کا ذکر قرآن پاک کے بارہویں پارے کے پانچویں رکوع میں بھی ہے اور یہ اس موقع کا ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے جادوگروں کے مقابلہ میں کامیابی اور غلبہ عطا فرمایا کہ جس سے جادوگروں نے ایمان قبول کرلیا اور بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کیا تو ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ان لوگوں کے لیے بالکل ناقابل برداشت تھی چناں چہ فرعون کے متعلقین اس سے گھبرائے اور فرعون سے کہنے لگے۔

اَتَذَرُ مُوسٰی وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ (پ ۹، ع ۴)

کیا آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں

اس بات کو سُن کر اس نے کہا کہ سردست یہ انتظام کیے دیتے ہیں کہ:

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ○ (پ ۹، ع ۴)

ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کردیں (تاکہ ان کا زور نہ بڑھنے پائے) اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے

یہ ظالمانہ قانون جو فرعون نے بنایا تھا، حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیدائش

اسے پہلے بھی بنی اسرائیل پر یہی ظلم کیا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا اور لڑکیوں کو خدمت وغیرہ کے لیے زندہ رہنے دیتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا غلبہ اور ان کے بڑھتے ہُوئے اثر کو دیکھ کر پھر دوبارہ یہی ظالمانہ قانون بنایا جس سے گھبرا کر بنی اسرائیل پریشان ہوگئے اور ازراہ افسوس وغم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی عرض کیا:

اُوذِینَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا پ ۹، ع ۴

قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔

موسےٰ علیہ السلام نے اس موقع پر جو حکیمانہ بات ارشاد فرمائی وہ یہ کہ:

اَسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ پ ۹، ع ۵

خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ کی ہے جس کو چاہیں مالک بنائیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی ان کو ہی ہوئی جو خدا سے ڈرتے ہیں

پھر اس کے بعد موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّہْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ○ پ ۹ ع ۵

کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے اُن کے تم کو اُس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔

چناں چہ اس ظلم کا انجام یہ ہوا کہ جس وقت حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو یہاں سے لے کر چلے جاؤ تو حضرت موسےٰ علیہ السلام تعمیل حکم میں اپنی قوم کو لے کر جا رہے تھے کہ

ادھر فرعون کو معلوم ہو گیا تو وہ ان لوگوں کا پیچھا کرنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ نکلا ادھر جب بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارے پہنچ کر اس کو پار کرنے کی فکر کر رہے تھے تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرعون مع اپنی فوج کے نظر آیا جس سے یہ گھبرائے کہ اب کیسے بچیں گے سامنے سمندر حائل ہے اور پیچھے سے دشمن چلا آرہا ہے گھبرا گئے اور کہنے لگے: اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (پ ۱۹، ع ۸) بس ہم تو ان کے ہاتھ آگئے

مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے عین وقت پر غیب سے مدد فرماتے ہیں چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والے تو دریا سے پار ہو گئے عافیت اور آرام کے ساتھ اور فرعون جو کہ ظالم تھا اس کو اور اس کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے اسی میں غرق کر دیا تو ظلم کا انجام اچھا نہیں ہوتا اس سے بچنا چاہیے، تو بدلہ لینے کے سلسلہ میں ہم جو معاملہ کرتے ہیں یہ غلطی کی بات ہے اور ظلم ہے، اسی طرح بدگمانی کرنا، غیبت کرنا، وردی کی پابندی نہ کرنا رشوت لینا اور بہت سے گناہ ہیں جس میں لوگ عموماً مبتلا ہیں۔

نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے

گناہ بڑی نقصان دہ چیز ہے اس سے سخت احتیاط کی ضرورت ہے، بعضے گناہ کا اثر بالکل زہر کی طرح ہے کہ نیکیوں کے اثرات کو بالکل ختم کر دیتا ہے ایک شخص نیکیوں کا اہتمام کرتا ہے اچھے اچھے اعمال خوب کرتا ہے، طاعات کی فکر کرتا ہے مگر گناہ سے نہیں بچتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے اس لیے نیکیوں کی حفاظت کی ضرورت ہے کہ کوئی بے اصولی نہ جائے کہ اس پر بجائے ثواب کے مواخذہ نہ ہو

جائے چناں چہ قرآن پاک میں ایک موقع پر گناہ کی وجہ سے ایک خاص طاعت کے فوائد کو ضائع ہونے کی جو کیفیت بیان کی ہے اس کو عرض کیا جاتا ہے اور وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے ہو اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے ۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں ۔ (پ ۳ ، ع ۴)

حاصل یہ کہ اللہ کی راہ میں جو لوگ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے گیہوں کا ایک دانہ اچھی اور عمدہ زمین بویا جائے اور اس دانہ سے گیہوں کا ایک پودا نکلے جس میں سات بالیں اور خوشے ہوں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں تو ظاہر ہے کہ اس حساب سے سات سو دانے ہوئے جو کہ ایک دانے سے حاصل ہوئے اسی طرح صدقہ کا بھی معاملہ ہے کہ اس کا ثواب سات سو گنا تک ملتا ہے، تو اس سے انفاق فی سبیل اللہ کی کتنی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوئی لیکن اب اگر کوئی صدقہ کر کے خیرات کر کے یہ کیا کہ جس کو دیا ہے اس پر احسان جتلا دیا یا اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کر دیا جس کی وجہ سے اس کو ایذا اور تکلیف پہنچ گئی تو اب جو ثواب کمایا تھا اور جو نیکی جمع کی تھی وہ سب ختم کر دی اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو

(پ ۳ ع ۴)

تو ذرا سا گناہ کر لیا ثواب ختم ہو گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی رئیس صاحب مسجد تعمیر کرائیں پانچ لاکھ روپیہ دے کر اور وہ مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ اس میں مان لو کہ پانچ سو آدمی نماز پڑھتے ہیں پانچوں وقت تو اس کا ثواب ان رئیس صاحب کو بھی ملے گا اور ان کے نامہ اعمال میں اس کا اجر لکھا جائے گا' اب آیا الیکشن کا زمانہ اور یہ رئیس صاحب بھی امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تو انہوں نے سوچا کہ ہم نے مسجد بنوائی ہے لہٰذا بستی والوں سے ووٹ مانگنا چاہیے چنانچہ ان لوگوں کے پاس گئے اور کہا کہ ہم اس معاملہ میں نہیں پڑتے ہیں ہر شخص اپنی مصالح کے لحاظ سے جو مناسب خیال کرے وہ کرے۔ تو یہ رئیس صاحب کہنے لگے کہ جب مسجد کی تعمیر کا معاملہ آیا تو ہم نے نوٹ کی پوٹ یعنی گڈی دی اب ہمارا معاملہ آیا تو تم لوگ ووٹ نہیں دے رہے ہو تو اب اس احسان جتلانے کا نتیجہ انجام کیا ہو گا، پانچ سو نمازیوں کی نماز کا ثواب جو ان کو ملتا تھا وہ ختم ہو گیا اس لیے کہ معلوم ہوا کہ مسجد اللہ کے واسطے نہیں بنوائی تھی بلکہ ووٹ لینے کے لیے بنوائی تھی۔

میرے عزیز دوستو! ایک ایک گناہ یہ طاعات کے فائدے کو ختم کر دیتے ہیں اس کی مثال ایک اور لیجیے ۲۵ سال تک ایک سرکاری ملازم بڑے عہدہ پر عمدگی کار سے پہنچ گیا، پھر رشوت لیتے ہوئے پکڑا گیا تو کیا اس کے حسن کار پر معافی مل جائے گی یا اس عمل کی وجہ سے اس کی ۲۵ سالہ خدمت پر پانی پھر جائے گا؟ حاصل یہ کہ طاعت کرنا اور نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرنا مشکل نہیں مشکل اس کی حفاظت کرنا ہے اور ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ اس لیے طاعت پر عمل کرنے کے ساتھ گناہوں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنی

کمزوری اور کوتاہی کو اچھی طرح جانتا ہے ہر شخص خود اندازہ کر لے کہ ہم سے کیا کیا گناہ ہو رہے ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ آج ماموارت پر عمل کرنے والے کتنے ہیں، منکرات سے بچنے والے کتنے ہیں؟

جماعتی حیثیت سے نہی عن المنکر کا کام نہیں ہو رہا ہے

اب یہ جو لوگ ماموارت پر عمل کر رہے ہیں اس میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ان لوگوں میں ایسے کتنے ہیں جو اس کو پھیلانے والے ہیں؟ اس کی طرف دعوت دینے والے کتنے ہیں؟ تو ماشاء اللہ ایسے لوگ بہت ہیں، ماموارت کو پھیلانے کی، اس کی اشاعت کی، اسکی طرف متوجہ کرنے کی محنت ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں وعظ وتقریر ہوتی ہے، اشاعت احکام اشتہارات کے ذریعہ ہوتی ہیں مگر منکرات سے روک ٹوک میں بہت کمی ہو رہی ہے جماعتی حیثیت سے محنت کی کمی ہے آج مساجد کے انتظام کے لیے کمیٹی ہے مدرسہ کے انتظام کے لیے کمیٹی ہے، لیکن منکرات جو پھیل رہے ہیں، معاشرے میں جو خرابیاں اور برائیاں پھیلتی جارہی ہیں۔ رسم ورواج کا اضافہ ہوتا جارہا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے مٹانے کے لیے اجتماعی طور پر عام محنت نہیں ہو رہی ہے، الا ماشاء اللہ۔ یوں تو انفرادی طور پر تو کام ہو رہا ہے مگر جس طرح ماموارت کے لیے جماعتی حیثیت سے کام ماشاء اللہ ہو رہا ہے اس طرح منکرات پر کام نہیں ہو رہا ہے حالانکہ اس کے لیے بھی شرعی اعتبار سے ایسی جماعت ہونا چاہیے اس سلسلہ میں جو کوتاہی ہو رہی ہے اس کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل تبلیغ میں حدیث نمبر ۳

اور نمبر ۵ کی تشریح میں جو لکھا ہے اس کو بھی بار بار پڑھا جائے، حدیث نمبر ۴ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں برابر والوں کو نہیں اپنے گھر والوں کو اپنے چھوٹوں کو اپنی اولاد کو اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گزرجاتا ہے کہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے؟ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، جرم بھی نہیں سیاسی مجلس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوث ہو جائیں اس کو تنبیہہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور بہتری کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں، مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے تاش سے دل بہلاتا ہے کئی کئی وقت کی نماز اڑاتا ہے مگر افسوس آپ کے مُنہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ مسلمان کے کام نہیں ہیں حالانکہ اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حدیث نمبر ۵ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمایئے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا کوئی حد ہے اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں یعنی جیسی سعی کی ضرورت ہے ویسی نہیں ہے مثلاً سو جگہ کام ہونا چاہیے

تو چند جگہوں پر کام کرنے سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے ؟ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لیے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کر لیے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ وہ حضرات. جو اپنی دین داری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے اس سے بے فکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو ان کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا (فضائل تبلیغ صفحہ نمبر ١٣،١٢) تو اُمت مسلّمہ کے ذمہ چار کام ہیں کہ جس کی تعمیل پر ان کی فلاح اور کامیابی موقوف ہے۔

اصل مقصود سُنّت پر عمل کرنا ہے

اسی کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ۔ (مشکوٰۃ، ١/ ٣١)

مَیں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہیں۔

آج ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو پکڑا تو ہے مگر کسی نے تین انگلیوں سے کسی نے دو انگلیوں سے کسی نے برائے نام تو ظاہر ہے کہ پھر اس کا انجام کیا ہو گا عجیب حال ہو رہا ہے کہ دینی معاملات میں اختلاف اور معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑنے لگتے ہیں بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی تحقیر اور تذلیل بھی کی جاتی ہے جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں، رائے کا اختلاف تو پہلے بھی تھا مگر کوئی ایک دوسرے سے مزاحمت نہیں کرتا تھا نہ کوئی نامناسب

معاملہ کرتا اور نہ ہی دوسروں کو اپنی تحقیق کا پابند بنانے کی کوشش کرتا، چناں چہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کی زرہ چوری ہو گئی تھی وہ ایک یہودی کے پاس ملی، آپ رضؓ نے دیکھ کر پہچان لی اور کہا کہ یہ میری زرہ ہے اس یہودی نے کہا کہ گواہ لایئے یا عدالت سے رجوع کیجئے چناں چہ قاضی شریح کی عدالت میں معاملہ پیش ہُوا اور دونوں مدعی اور مدعیٰ علیہ کی حیثیت سے عدالت میں گئے، تو شرعی قاعدہ کے مطابق حضرت شریح نے تحقیق کرنا شروع کیا پہلے یہودی سے پوچھا کہ کیا زرہ حضرت علیؓ کی ہے اس نے انکار کیا، اس کے بعد حضرت علیؓ سے کہا کہ گواہ لایئے، غرض کہ حضرت علیؓ دو گواہ لائے ایک حضرت حسنؓ اور ایک اپنا آزاد کردہ کردہ غلام جس کا نام قنبر تھا۔ حضرت شریح اور حضرت علیؓ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا کہ حضرت شریح بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہ سمجھتے تھے اور حضرت علیؓ کے نزدیک جائز تھی اس لیے حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو پیش کر دیا، اب حضرت شریح نے اپنی تحقیق پر عمل کیا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی نہیں مانی اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ غلام چونکہ آزاد ہو چکا ہے اس لیے اس کی گواہی تو قبول ہے مگر حضرت حسنؓ کے بجائے کوئی اور گواہ لایئے، آپؓ نے کہا کہ اور تو گواہ ہے نہیں، نتیجہ یہ ہُوا کہ گواہ ایک ہی تھا اس لیے حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کر دیا اور زرہ یہودی کو مل گئی تو دیکھیے دونوں میں اختلاف رائے تھا مگر حضرت علیؓ نے اس سلسلہ میں مزاحمت نہیں کی، ناراض نہیں ہُوئے، مقصود تو سُنّت پر عمل کرنا ہے، جو شخص اپنی تحقیق و معلومات کے مطابق جس کو سُنّت سمجھے وہ اس کو اختیار کرے، اس پر عمل کرے اب اگر کوئی اس کے خلاف عمل کر رہا ہے تو اس سے مزاحم

نہ ہو، منوانے کی کوشش نہ کرے، تو حاصل یہ کہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہؐ کو مضبوطی سے پانچوں انگلیوں سے پکڑا جائے اور ہر معاملہ میں ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے، اس کا حاصل ماموران کا اتباع اور منہیات سے اجتناب ہے مسلمانوں کی فلاح سُنّت کے اختیار کرنے میں ہے۔

مشکلات و مصائب کا قانونِ الٰہی

آج جو حالات پیش آرہے جو مصائب و مشکلات اور پریشانیاں آرہی ہیں فسادات ہو رہے ہیں، قتل و قتال ہو رہا ہے گناہوں کی وجہ سے اُمّتِ مسلمہ اپنی ڈیوٹی کو پورے طور پر انجام نہیں دے رہی ہے گناہ بڑھ رہے ہیں بالخصوص منکرات سے روک ٹوک میں کمی ہو رہی ہے فرمایا گیا:

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ (پ ۲۵، ع ۵)

اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت تو درگزر ہی کر دیتا ہے۔

جس طرح کھانے اور پینے میں احتیاط نہ کرنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ایسی مہلک بیماری ہو جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے ٹھیک اسی طرح گناہوں کا بھی معاملہ سمجھنا چاہیے کہ غذا وغیرہ کی بے احتیاطی سے جسمانی امراض ہو جاتے ہیں تو گناہ یہ روحانی اعتبار سے بد پرہیزی ہے، اس کی وجہ سے مصائب و پریشانی آتی ہیں اگر انفرادی بد پرہیزی ہے تو اسکے نتائج انفرادی طور پر ہوتے ہیں اور اگر عمومی طور پر گناہ ہو رہے ہیں لوگ منکرات

میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اس کے روکنے کی کوشش نہ کی جارہی ہو تو پھر معاملہ اور زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ پریشانیاں و مشکلات عمومی طور پر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سی غلطیاں معاف فرما دیتے ہیں اس پر مواخذہ نہیں فرماتے اور بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے لیکن جب بے اصولیاں اور غلطیاں ہوتی ہیں تو پھر نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور مواخذہ ہوتا ہے اور عتاب ہوتا ہے۔ فرمایا گیا:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ۱۰، ع۳)

یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں

کبھی کبھی مصائب میں مصلحت ہوتی ہے، آزمائش امتحان مقصود ہوتا ہے ترقی دینا اور درجات کا بلند کرنا ہوتا ہے اور یہ معاملہ خواص کے ساتھ ہوتا ہے حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

ؔ امتحان مومن کا ہوتا ہے منافق کا نہیں
یہ مقامِ قرب ہے، رُتبہ یہ فاسق کا نہیں

ایک سُنّت چھُوٹنے کا انجام

صحابۂ کرام کا ایک معیار تھا کہ فلاں بستی کو اتنے دن میں فتح کر لیں گے کامیاب ہو جائیں گے اب اگر اس کے خلاف صورتِ حال ہوتی تو ان کو فکر ہوتی

کہ ایسا کیوں ہے اس میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے وہ اس سلسلہ میں غور و فکر کرتے چناں حضرت عمر فاروق رضؓ کے دور خلافت میں ایک بستی میں کامیابی ملنے پر تاخیر ہوگئی جتنے دنوں میں کامیابی ملنے کا اندازہ تھا اس کے لحاظ سے دیر ہوگئی تو فکر پیدا ہوئی کہ کیا بات ہے ؟ تاخیر کیوں ہو رہی ہے ؟ چناں چہ پہلے تو اس کی اطلاع امیر المومنین کو دی گئی وہاں سے جواب آیا کہ سب لوگ اپنا اپنا جائزہ لیں کہ کوئی سنت تو ترک نہیں ہو رہی ہے چناں چہ حسب ہدایت جائزہ لیا گیا تو معلوم ہُوا کہ مسواک کی سُنت چھوٹ گئی ہے اس کی وجہ سے غیبی نصرت و مدد رُکی ہُوئی ہے پھر کیا ہُوا جب اس پر عمل شروع ہُوا تو سارا معاملہ درست ہوگیا اور مسلمان کامیاب ہوگئے ۔ اسی طرح آج بھی ضرورت ہے کہ اُمّتِ مسلّمہ اپنے اعمال اور اخلاق کا جائزہ لیں اپنی کمی اور کوتاہی کی اصلاح کرے سنتوں کو اختیار کرے ۔ آج ہم سے طریقہ سُنّت چھوٹ رہا ہے، ولادت، عقیقہ، ختنہ، شادی بیاہ، خوشی اور غمی کے موقع پر دوسروں کی دیکھا دیکھی عمل، رسم و رواج میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ اوّلاً فرائض واجبات، سنن مؤکدہ کا اہتمام چاہیے اس کے ساتھ سنن غیر مؤکدہ کو بھی جس قدر اپنائیں گے اسی قدر فلاح و بہبود میں کامیابی ہوگی ہر معاملہ میں سنت کے موافق معاملہ کرنا چاہیے سنت پر عمل کرنا چاہیے جب سنتوں کی خلاف ورزی ہو رہی ہے پھر کیسے اللہ کی نصرت و مدد ہو ۔ ہم خود ہی اپنے عمل سے اس کو روک رہے ہیں ۔

صبر و تقویٰ کے مفید نتائج

مسلمانوں کو جہاں بھی ضرر و نقصان پہنچا یا صبر کی کمی تھی یا تقویٰ کی کمی

تھی اگر یہ دونوں چیزیں ہوں صبر بھی ہو اور تقویٰ بھی ہو تو پھر کسی قسم کا کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچ سکتا جو لوگ ضرر پہنچانا چاہتے ہیں ان کی ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں گی اس کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ (پ ۴، ع ۳)

اور اگر استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گی بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ کرتے ہیں تقویٰ کے متعلق فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ (پ ۹، ع ۱۸)

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ صبر کے متعلق فرمایا گیا:

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ (پ ۱۰، ع ۵)

اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دگنے عدد یعنی) دو سو پر غالب آجائیں گے (اسی طرح)، اگر تم میں سے ہزار

ہوں گے تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ صابرین کیساتھ ہے

صبر اور تقویٰ یہ بڑی اہم چیز ہے کہ ان میں اگر کمی ہو جائے تو پھر معاملہ گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ غزوہ بدر میں کیا ہوا دونوں باتیں پورے طور پر تھیں۔ صحابہ کرامؓ سو فیصد بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے ولی تھے۔ صبر بھی کامل تھا۔ تقویٰ بھی کامل تھا اطاعت بھی کامل تھی تو باوجود اس کے کہ تعداد میں کم تھے، ہتھیار بھی کم تھے وسائل بھی زیادہ نہیں تھے ان کے مقابلہ میں جو لوگ تھے ان کی تعداد بھی زیادہ تھی تین سو تیرہ کا مقابلہ نو سو پچاس سے تھا ظاہری اسباب اور طاقت بھی ان کے پاس تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔

اِنتشار و ہزیمت کے اسبابؓ

پھر غزوۂ اُحد ہوا اس میں صحابہ کرامؓ کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی سات سو کی تعداد میں ہیں مگر اس میں کیا ہوا پچاس تیراندازوں کا دستہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی امارت میں مقرر کیا گیا تھا ایک گھاٹی پر اور یہ ہدایت تھی کہ مسلمانوں کی فتح ہو یا شکست یہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے چناں چہ جب ابتداءً کامیابی ملی تو ان لوگوں نے میدان پر نظر ڈالی دیکھا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا تو اب آپس میں یہ گفتگو ہونے لگی کہ حکم کی تعمیل ہو چکی ہے۔ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی بہر حال اکثر لوگ وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے تو کیا انجام ہوا؟ کہ معاملہ الٹ گیا فتح شکست سے بدل گئی۔ یہ کیوں ہوا؟ اس لیے کہ جو حکم دائمی تھا اس کو عارضی سمجھ لیا۔ اگرچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی مگر دائمی حکم کو عارضی حکم سمجھ لیا جو کہ اجتہاداً صحیح تھا مگر سرورِ عالمؐ کے

منشا کے مطابق نہیں تھا تو دشمنوں کے ہاتھوں ان کو شکست دے کر اس پر تنبیہ فرمائی گئی اور اس کو کفارہ بنا کر معافی کا بھی اعلان کر دیا گیا :

وَلَقَدْ عَفَى اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ (پ ۴ ع ۷)

اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں۔

پھر غزوۂ حنین میں کیا ہوا؟ یہاں مسلمانوں کی مقدار امام زہری کی روایت کے مطابق چودہ ہزار ہے۔ بدر کے موقع پر تین سو تیرہ تھے، احد کے موقع پر سات سو تھے، اب یہاں اتنی تعداد ہے زیادتی پر نظر ڈالی تو کسی کی زبان سے نکل گیا لَنْ نُغْلَبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ آج ہم تعداد کی کمی کے باعث ہرگز مغلوب نہ ہوں گے اگر دیکھا جائے تو کہ اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔

لَنْ يُّغْلَبَ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ ۔

بارہ ہزار تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔

جو بات زبان سے نکلی تھی اس میں بے نیازی اور استغناء کی بو آ رہی تھی جو صحابہ کرامؓ جیسی مقدس جماعت کے شایانِ شان نہیں تھی جنہوں نے انانیت کو ختم کر دیا تھا، فنائیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس لیے ابتدا میں کامیابی ملی مگر بعد میں پیر اکھڑ گئے اور اسکو کفارہ بنا کر معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ فرمایا گیا :

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پ۱۰ ع۱۰

تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں پر غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر اور دوسرے مومنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر نازل فرمائے جس کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی یہی سزا ہے پھر خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کردیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

تو ایک موقع پر صبر میں کمی ہوئی۔ ایک موقع پر تقوٰی میں کمی ہوئی تو شکست ہو گئی، اس لیے صبر و تقوٰی دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں اور اسی پر کامیابی کا دار و مدار ہے آج دونوں ہی کی کمی ہو رہی ہے اس لیے جو چیزیں کرنے کی ہیں ان کو کیا جائے اور جو چیزیں منع ہیں ان سے رُکا جائے پھر اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت ہوتی ہے اسی کو حضرت مجذوب علیہ الرحمۃ نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے

تمہاری قوم کی بنا ہی ہے دین و ایماں پر — تمہاری زندگی موقوف ہے قرآں پر
تمہاری فتح یابی منحصر ہے فضل یزداں پر — نہ قوت پہ نہ کثرت پہ نہ شوکت پہ نہ ساماں پر

اُمّتِ مسلمہ کے چار کام

تو حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ چار کام ہیں اسی کی تعمیل کرنے پر اللہ راضی اور خوش ہوں گے اور چین وسکون ملے گا جن علاقوں میں اس پر عمل ہوتا ہے وہاں غیب سے نصرت ومدد ہوتی ہے۔ انفرادی طور پر اگر اس پر عمل کیا جائے گا تو اس کے لیے انفرادی کامیابی کا وعدہ ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱۴، ع ۱۹)

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔

اور اگر اجتماعی طور پر کام کیا جائے گا تو اس کے لیے فرمایا گیا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پ ۱۸، ع ۱۳)

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا

ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو ان کیلیے قوت دے گا اور ان کے اسی خوف کے بعد اس کو مبدل با من کردے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

موجودہ حالات میں اہم ہدایات

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی فلاح اسی میں ہے کہ خود صالح بنیں اور دوسروں کو صالح بنائیں اس لیے اس وقت بطور خاص چند امور کا اہتمام کرنا چاہیے

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، انتہائی عاجزی اور توجہ کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا، گناہوں اور معصیتوں کو چھوڑنا، فرض نمازوں کے بعد رو رو کر دل سے دُعا کرنا" ۲۔ منکرات اور بُرائیاں جو معاشرے میں پھیل رہی ہیں ان کو مٹانے کے لیے جماعتی حیثیت سے بھی کام کرنا جس طرح مدارس اور مساجد اور ماموراۃ پر جیسی محنت ہو رہی ہے منکرات کے مٹانے پر بھی ہر بستی میں محنت کرنا۔

۳۔ اپنی اور اپنے گھر والوں کی اور متعلقین کی اصلاح کی فکر کرنا اور کوشش کرنا جس کی تفصیل اشرف النظام لاصلاح العام والتام میں دیکھ لی جائے اس میں اپنی اور اپنے گھر والوں اپنے محلہ اپنی بستی و شہر اور ملک کی اصلاح و درستگی کے مفید اصول اور آسان تدبیروں کو بتلایا گیا ہے اس کے موافق کام کیا جائے۔

۴۔ اپنے اپنے علاقوں میں دینی مدارس و مکاتب کا سلسلہ قائم کیا جائے اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم اور قرآن پاک کی تعلیم دلائی جائے" ۵۔ اپنی اپنی مسجدوں

میں کسی بھی نماز کے بعد روزمرّہ امور کے متعلق جو مسنون طریقہ ہے اس کے بارے میں ایک ایک سنت اور طاعت کے جو فوائد ہیں اور جو گناہ کے نقصانات ہیں ان کو ایک ایک کر کے سُنانے کا معمول رکھا جاوے اس کو ایک منٹ کا مدرسہ نامی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے دیکھ لیا جائے اس کے موافق سنانے کا سلسلہ شروع کیا جائے تو تھوڑے وقت میں بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی" ۶۔ اپنے گھروں میں تھوڑی دیر بزرگوں کی کتابوں کے سُنانے کا اہتمام کیا جائے مثلاً حیٰوۃ المسلمین جزاء الاعمال، فضائل تبلیغ، اکابر کی تعلیمات کو اس ناکارہ نے بھی جمع کیا ہے تفصیل و تشریح کے ساتھ جس کا نام ہے "اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات" اس کا بھی مطالعہ کرنا مفید ہے اور دینی اجتماعات میں سُنانا بالخصوص احکام تبلیغ کا مضمون نیز حکایات صحابہ وغیرہ، ۷۔ نماز باجماعت اور تلاوتِ قرآن کا خود اہتمام کریں اور متعلقین کو بھی اس کی ہدایت کریں ان چیزوں کی پابندی سے ان شاء اللہ دھیرے دھیرے اصلاح ہو گی، حالات درست ہوں گے۔

اصلاح و تربیت کا حکیمانہ اصول

جب مرض پُرانا ہو جاتا ہے برسوں کا ہو جاتا ہے تو اس کے علاج میں بھی دیر لگتی ہے مسلسل علاج کرنے سے دھیرے دھیرے مرض ختم ہو جاتا ہے اکتانا نہیں چاہیے، جلدی نہیں کرنا چاہیے کہ ایک دو روز دوا استعمال کر کے بیٹھ جائیں بلکہ لگا رہے دوا کھاتا رہے، پرہیز کرتا رہے تو اس طریقہ سے پُرانا سے پُرانا مرض بھی دور ہو جاتا ہے چناں چہ چیچک کی بیماری کیلیے سعی کی گئی بفضلہٖ تعالیٰ یہ مرض ختم ہو گیا، اب بیرونی سفر کے لیے اس کے ٹیکے

کی پابندی نہ رہی۔ اسی طرح دینی بیماریوں پر محنت مسلسل ہو تو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کریں گے، برسوں سے جو عادات بگڑی ہوئی ہیں، رسم و رواج پڑے ہوئے ہیں ان کی بھی اصلاح دھیرے دھیرے ہوگی، مستقل کوشش کرتا رہے گھبرائے نہیں اس سلسلہ میں سیاسی جماعتوں سے عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ الیکشن ہوتا ہے ایک جماعت شکست کھا جاتی ہے اور اس کی حکومت ختم ہو جاتی ہے مگر ہمت نہیں ہارتی، مسلسل محنت کرتی رہتی ہے جدوجہد کرتی ہے، تو نتیجہ ہوتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد جب دوبارہ الیکشن ہوتا ہے تو پھر کامیاب ہو جاتی ہے تو جب دنیوی اقتدار کے لیے آدمی لگا رہتا ہے ہمت نہیں ہارتا تو اس کی وجہ سے ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اسی طرح جو دینی خدام ہیں اصلاح و تربیت کا کام کرتے ہیں ان کو بھی پورے استقلال اور ہمت کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے محبت اور شفقت کا غلبہ ہونا چاہیے اصول کے موافق کام میں مسلسل لگا رہنا چاہیے تو پھر ان شاء اللہ العزیز حالات بدلیں گے، تبدیلی ہوگی، اصلاح ہوگی، اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔

خلاصہ کلام

تو حاصل ساری بات کا یہ نکلا کہ اُمّتِ مسلمہ کو یہ چار کام کرنا ہوں گے کہ جس سے ان کو اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ سب سے بڑے ہیں اور حاکم بھی ہیں جب وہ راضی ہوں گے تو یہ سارے مسائل جو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں یہ خود بخود حل ہو جائیں گے، دُنیا و آخرت کا چین و سکون حاصل ہوگا، اب دعا کر لیجیے کہ اللہ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے، آمین!

احکامِ تبلیغ

آیاتِ کریمہ اور احادیثِ متبرکہ سے تبلیغ کی اہمیت و تاکید جس قدر ظاہر ہوتی ہے اس کو آپ حضرات معلوم کر چکے ہیں حضرات ائمہ مجتہدین و علماء ربانی نے ان باب میں آیات و احادیث اور دلائل شرعیہ سے جو مسائل و احکام درج فرمائے ہیں ان کو نقل کیا جاتا ہے اس سے قبل ایک اہم بات ذہن نشین کر لینے کی ضرورت وہ یہ کہ ہر وہ کام جس کے لیے کوئی طریقہ اللہ تبارک و تعالیٰ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اس کی پوری پابندی بہت ضروری ہے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوتا مثلاً روزہ عید، بقرعید کے روز کوئی رکھنے لگے تو بجائے ثواب کے مستحق عذاب ہوگا کہ ان ایام میں روزہ حرام ہے اسی طرح نماز سورج کے طلوع کے وقت یا زوال کے وقت باعث عذاب ہے اور جس طرح پند و نصیحت زبان سے خطبہ کے وقت جو تبلیغ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں داخل ہے ممنوع اور باعث گناہ ہے اسی طرح خطبہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی آنے پر زبان سے درود شریف پڑھنا اور کسی خاص دُعا پر آمین کہنا یا درمیان خطبہ میں دعا مانگنا یہ سب باتیں منع اور گناہ ہیں حالاں کہ خطبہ کے علاوہ باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ (یہ مسائل شامی و فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہیں ۱۲)

ف : احکام ذیل میں صرف ترجمہ پر اکتفا کرنے کو مناسب خیال کیا گیا ہے کہ زیادہ طویل نہ ہو البتہ ہر مسئلہ پر حوالہ دے دیا گیا ہے تاکہ جن حضرات کو شبہ ہو وہ رجوع کر کے اطمینان حاصل کر لیں۔ اشعۃ اللمعات و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف فتاوےٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان و بحر الرائق۔ و تفسیر مدارک و تفسیر بیان القرآن وغیرہ

کتبِ معتبرہ اس وقت میرے پیش نظر ہیں عموماً ایک ہی حوالہ پر اکتفا کیا جائے گا اگرچہ متعدد کتب میں مذکور رہو۔

مسئلہ ۱، بُری بات سے روکنا اور اچھی بات کی تلقین کرنا فرض کفایہ ہے، اگر کسی بستی میں کوئی بھی کام نہیں کرتا ہے سب لوگ ترکِ فرض کے وبال میں گرفتار ہونگے اگر کچھ لوگ کام کر رہے ہیں اور وہاں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو سب کے ذمّہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور نصیحت والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے (مرقات و تفسیر مدارک)

مسئلہ ۲، اگر ایسی صورت ہے کہ سوائے کسی خاص شخص کے بُری بات سے کوئی اور روک نہیں سکتا ہے یا اچھی بات کی تلقین نہیں کر سکتا ہے تو پھر اس خاص شخص پر اصلاح فرضِ عین ہو جاتی ہے، جیسے وہ شخص کہ کسی بُرائی کو وہی جانتا ہے اور وہی قدرتِ اصلاح رکھتا ہے، کسی کی زوجہ کسی کوتاہی میں مبتلا ہو اس کا بچّہ یا جو اس کے تابع ہوں مثلِ مُرید و شاگرد کے۔ (مرقات)

مسئلہ ۳، واجبات میں تبلیغ واجب اور مستحبات میں مستحب ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

مسئلہ ۴، نصیحت کے فرض ہونے کی دو شرطیں ہیں اوّل یہ کہ قبولیت کا یقین ہو۔ دوسرے یہ کہ ضرر سے امن ہو جب یہ دونوں باتیں ہوں گی تو نصیحت فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ (مرقات، اتحاف، فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۵، دونوں باتیں جہاں نہ ہوں وہاں نصیحت فرض نہیں بلکہ بعض حالات میں حرام ہے (اتحاف)

مسئلہ ۶، جہاں ایسا منکر ہو جہاں ضرر سے امن بھی نہیں اور قبولیت کا یقین بھی نہیں ایسے مجمع میں جانا منع ہے تاکہ اس منکر سے الگ رہے اور بلا ضرورت شدیدہ اختلاط سے بچتا رہے اور ایسے شہر سے ہجرت ضروری نہیں البتہ اگر بستی کے قیام

میں منکرات سے بچاؤ کی صورت نہو تو بشرطِ قدرت ہجرت وہاں سے واجب ہے (اتحاف)

مسئلہ ۷۔ اگر ظنِ غالب ہے کہ نصیحت کرنے سے گالیاں دیں گے یا تہمت لگائیں گے تو نصیحت نہ کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۸۔ اگر ظنِ غالب ہے کہ نصیحت کرنے سے مارے پیٹیں گے اور اس پر ناصح صبر نہ کرسکے گا بلکہ آپس میں مار پیٹ وجھگڑے کی نوبت آوے گی تو بھی نصیحت کا ترک مستحب ہے۔ (عالم گیری)

مسئلہ ۹۔ اگر ظنِ غالب ہے کہ نصیحت سے ماریں گے پیٹیں گے اور ناصح صبر کی طاقت رکھتا ہے اور یہ کسی سے شکوہ وشکایت نہ کرے گا تو نصیحت مستحب ہے اور ایسا شخص مجاہد ہے۔ (عالم گیری)

مسئلہ ۱۰۔ اگر ظنِ غالب ہے کہ لوگ اس کی بات قبول نہ کریں گے لیکن نہ ماریں پیٹیں گے اور نہ گالی دیں گے تو ایسی صورت میں نصیحت مستحب ہے (عالم گیری)

بعض علما فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی واجب ہے (اتحاف)

صاحب اتحاف نے وجوب کے قول کو اظہر کہا ہے، یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ احتیاط صاحب اتحاف کی ترجیح میں ہے لہٰذا اپنا عمل حضرات ناصحین

اس پر رکھیں کہ ایسے مواقع میں نصیحت کر دیا کریں اور اگر کوئی ایسے مواقع میں سکوت کرے تو اس سے بدگمان نہ ہوں اور نہ اس پر اعتراض کریں ممکن ہے کہ وہ عدم وجوب کے قول پر عامل ہوں۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نصیحت کرنے میں اور حق بات کہنے میں اندیشہ قتل ہے اور اس نے نصیحت کی اور قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہوگا (عالم گیری)

مسئلہ ۱۲۔ جس پر نصیحت فرض تھی اس نے مبتلائے منکر کو نصیحت کر دی مگر

اس نے قبول نہ کیا تو اب اس کے بعد اس پر نصیحت کرنا فرض نہیں ۔ (مرقات و اشعۃ اللمعات)

مسئلہ ۱۳ ، اگر کوئی شخص مثلاً زید کسی معصیت میں خود مبتلا ہے اور اسی معصیت میں کوئی اور شخص بھی مبتلا ہے بشرط قدرت زید کے ذمہ نصیحت کرنا فرض ہے (فتاویٰ عالمگیری)

زید کے ذمہ دو کام ضروری تھے ایک نصیحت دوسرا عمل ایک میں کوتاہی سے دوسرا ساقط نہ ہوگا البتہ بدعملی کی سزا بھگتنا ہوگی ۔ دیکھیے حدیث نمبر ۱ و ۲ ، باب سوم ۔ آیت ۴ باب اول (اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات)

مسئلہ ۱۴ ، سوال ، کسی شخص مثلاً زید نے دیکھا کہ کوئی شخص مثلاً بکر کوئی بُرا کام کر رہا ہے تو کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ اس کے والد (یا نگراں و سرپرست و حاکم) کو اس کی اطلاع کرے اس کے جواب میں حضرات علمائے فرمایا ہے کہ اگر یہ گمان غالب ہے کہ اس کے والد نگراں و سرپرست و حاکم اس منکر سے روکنے کی قدرت رکھتا ہے تو اطلاع کرنا مناسب ہے ورنہ نہیں اور یہی حکم زوجین و حاکم و رعایا کے بارے میں ہے (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵ ، حضرت صفیہ ابو قاسم سے سوال کیا گیا مثلاً زید نے دیکھا کہ ایک شخص چوری کر رہا ہے تو آیا چوری کی اطلاع کرنا مالک مال سے ضروری ہے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ چور مجھ پر ظلم کریگا تو اطلاع ضروری نہیں ہے ورنہ اطلاع کرے (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶ ، اگر والد کسی کام کا حکم دینا چاہے بیٹے کو اور اندیشہ ہے کہ وہ نہ مانے گا تو ترغیب کے عنوان سے کہے مثلاً یہ کہ بیٹا مناسب ہوگا کہ یہ کرو تاکہ نافرمانی سے اس کی آخرت کا نقصان نہ ہو ۔ (عالمگیری)

ف : اس سے اجنبی حضرات کی فہمائش میں بڑی احتیاط کی تاکید نکلتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مبتلائے منکر کو نصیحت ایسے طور کرو کہ اس کو مضرت دینی نہ پہنچے اس

کی تشریح آداب تبلیغ میں آوے گی ان شاء اللہ

مسئلہ ۱۷، جو امور مفروضہ یا ممنوعہ مشہور و معروف ہیں ان میں نکیر کا حق سب کو ہے اور جو امور دقیق ہیں ان میں علماء کو نکیر کا حق ہے عوام کو حق نہیں جب تک پورے حدود معلوم نہ کرلیں اور علماء کو حق نکیر کُلّی طور پر ان امور میں ہے جو اتفاقی ہیں نہ کہ ان امور میں جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہیں۔

مسئلہ ۱۸، عوام مسلمین کو علماء کاملین پر نکیر میں سبقت نہ چاہیے۔

(مرقات، فتاویٰ عالمگیری)

ف: بلکہ کسی کے عمل میں کوئی خلجان ہو تو کسی محقق شخص سے رجوع کرنا چاہیے بلکہ پہلے ان عالم سے رجوع کریں۔ بسا اوقات عامۂ مسلمین کو اس کا علم نہ ہونے سے اشکال پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آج کل عام حالت یہی ہے۔

مسئلہ ۱۹، مبتلائے منکر سے مخالطت و مودۃ کا ترک چاہیے الا بضرورت شدیدہ

(بیان القرآن پارہ نمبر ۴، رکوع ۲۔ و اشعۃ اللمعات)

مسئلہ ۲۰، جو شخص بوجہ عدم قدرت یا مفسدہ کے اندیشہ سے نصیحت نہ کرے اور ایسے منکر کو برا سمجھتا ہے تو وہ نجات پانے والے مومنین سے ہے۔

(مرقات و مشکوٰۃ شریف)

ف: بعض دفعہ بظاہر قدرت بھی محسوس ہوتی ہے مگر پھر نکیر نہیں کیجاتی ہے مبتلائے منکر کی مصلحت دینی کی وجہ سے جس کی توضیح و تشریح باب چہارم کی حدیث نمبر ۴ میں ملاحظہ ہو اس لیے اعتراض میں جلدی نہ کرنا چاہیے۔

(تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمایئے کتاب اشرف الہدایات از اوّل تا آخر)

امور عشرہ برائے اصلاح معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

یعنی وہ دس امور جن کے التزام سے دین کے دوسرے
احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ ملیگی

۱ر تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲ر ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳ر اخلاق ذمیمہ و رزیلہ میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴ر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً و اجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام او۔

آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵/ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا

۶/ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷/ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸/ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱/ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا، ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹/ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰/ اپنے شب و روز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ، مستحب و مباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات کے قبیل سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

امورِ سبعہ برائے تحصیلِ تسہیلِ عشرہ مذکورہ

مندرجہ ذیل سات باتوں کے اہتمام سے امورِ عشرہ مذکورہ بالا پر عمل میں ان شاء اللہ سہولت ہوگی

ا : دُعا کا خاص اہتمام کرنا۔ بالخصوص فرض نمازوں کے بعد اور اسی طرح تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد۔

ب : اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچنا (کم از کم ۵ منٹ) مثلاً انسان بنایا، پھر معاش ایسی دی کہ لاکھوں سے بہتر حالت ہے، پھر نعمتِ ایمان دے کر کروڑوں بلکہ اربوں سے بہتر بنایا، اس کے بعد خصوصی نعمتوں کو سوچے۔

ج : مطالعہ سیرتِ سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً سیرت خاتم الانبیاءؐ (اوجز السیر) مولفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (مفتیٔ اعظم پاکستان) ومطالعہ سیرت صحابہ راشدین رضی اللہ عنہم و اولیاء فائزین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

د : اہتمام صحبت صالحین ومتقین۔

ھ : محبت کاملین ومحبّین۔

و : مکاتبت با عاملین ومصلحین۔

ز : مطالعہ کتب وملفوظاتِ اکابرین بالخصوص ۱ر اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲ر جزاء الاعمال ۳ حقوق الاسلام ۴ر حیوٰۃ المسلمین ۵ر حکایاتِ صحابہ۔ ۶ر تبلیغ دین محشیٰ ۷ فضائل تبلیغ ۸ر الافاضات الیومیہ ۹ر حسن العزیز ۱۰ر انفاس عیسیٰ ۱۱ر سلسلہ مواعظ التبلیغ۔

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت واستغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بناتے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ انکی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الاُمّت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعلِ راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔[1]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہؓ اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۶۶ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۱۷۷

ایصالِ ثواب کا طریقہ

دُرود شریف کا پڑھنا نیکی ہے پورے قرآن پاک کا پڑھنا نیکی ہے سُورۂ یٰسین کا پڑھنا نیکی ہے سُورۂ فاتحہ (الحمد شریف) اور سُورہ اخلاص (قُل ھو اللّٰہ) کا پڑھنا نیکی ہے سُبحان اللّٰہ کہنا نیکی ہے کسی کو کھانا کھلانا نیکی ہے کسی کو کپڑے پہنا دینا نیکی ہے کسی کو راستہ بتلا دینا نیکی ہے۔ راستے کا پتھر ہٹا دینا نیکی ہے دین کی بات دُوسروں تک پہنچانا نیکی ہے غرض انسان جو بھی نیک کام کرتا ہے اُس نیک کام کا ثواب اُس شخص کو ہوتا ہے۔

اَب وُہ آدمی جس نے کوئی بھی نیک عمل کیا ہے وہ دُعا مانگے کہ اے اللّٰہ! میری اس عبادت کو قبول فرما اور اس کا ثواب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرما اور اس کا ثواب آں حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل سے آپؐ کی آل پر، صحابہ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر، اولیائے کرام رحمۃ اللّٰہ علیہ اور میرے جملہ رشتہ داروں کو کل مسلمان مرد اور عورتوں کی رُوح کو پہنچا خصوصًا اس کا ثواب (جس آدمی کو پہنچانا چاہیں نام لیکر) اس شخص کو پہنچا۔ آمین!

القول العزیز

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی جائے گی

رُوح رگ رگ سے نکالی جائے گی

تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لیے
اِطّلاع و اتّباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفّٰے قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرتِ مُرشد کا یہ ارشاد رکھنا عمر یاد
کشکولِ مجذوبؒ صفحہ ۲۹۵